



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: [3006-3329](#)

ISSN E: [3006-3337](#)

قرآن اور دیگر ادیان میں عبادات کا تقابل: تحقیقی جائزہ

Comparative Study of Worship in the Qur'an and Other Religions: A Research Review **Dr. Tahmina Fazil**

Assistant Professor, University of Education, Vehari Campus, Pakistan.

Email: tahminafazil@ue.edu.pk

Dr. Uzma Bashir

PhD, Department of Islamic Studies, IUB, Bahawalpur, Pakistan.

Email: uzma bashir233@gmail.com

Dr. Hafiz Hussnain Khaliq

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.

Email: hussnain.khalid@ais.uol.edu.pk

Abstract

This research paper presents a comparative study of the concept and practice of worship in the Qur'an and other major religions, highlighting both common elements and fundamental differences. The study begins by examining the Qur'anic concept of worship, emphasizing its linguistic, technical, and theological dimensions. It explains that worship in Islam is a comprehensive way of life founded upon the principles of monotheism (Tawhīd), sincerity (Ikhlās), obedience to Allah, and moral accountability. The research further explores the objectives of worship in the Qur'an, including spiritual purification, God-consciousness (Taqwā), moral development, and the establishment of a balanced individual and society. Subsequently, the paper analyzes the concepts and practices of worship in Judaism, Christianity, Hinduism, and Buddhism. It discusses their major forms of worship, religious rituals, spiritual objectives, and theological foundations. Through a comparative analysis, the study identifies several common aspects among religions, such as prayer, charity, fasting, moral discipline, and spiritual devotion, while also demonstrating their significant doctrinal differences. The findings reveal that although all religions recognize the importance of worship as a means of spiritual elevation and ethical refinement, the Islamic concept remains unique because it integrates every aspect of human life into worship under the guidance of divine revelation. Unlike other religious traditions where worship is often confined to rituals or sacred institutions, the Qur'an presents worship as a holistic system encompassing faith, ethics, social conduct, economic dealings, and personal responsibilities. The study concludes that the Qur'anic concept of worship offers a comprehensive, balanced, and universal framework that ensures both individual spiritual growth and collective social well-being while preserving the absolute oneness of Allah.

Keywords : Qur'an, Worship, Comparative Religion, Islam, Judaism, Christianity, Hinduism

تعارف موضوع

عبادت انسان اور اس کے خالق کے درمیان تعلق کا سب سے بنیادی اور اہم ذریعہ ہے، جسے ہر مذہب نے اپنے عقائد اور مذہبی تعلیمات کے مطابق مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ تاریخ انسانی کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ ہر دور اور ہر قوم میں کسی نہ کسی صورت عبادت کا تصور موجود رہا ہے، اگرچہ اس کی بنیاد، مقصد اور عملی صورتیں مختلف رہی ہیں۔ قرآن مجید نے عبادت کو انسانی تخلیق کا بنیادی مقصد قرار دیتے ہوئے اسے صرف چند مذہبی اعمال تک محدود نہیں رکھا بلکہ پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی، اطاعت، اخلاص اور تقویٰ کے تابع کرنے کا جامع تصور پیش کیا ہے۔ اس کے برعکس دیگر ادیان میں عبادت کے تصورات ان کے مخصوص عقائد، مذہبی روایات اور تاریخی ارتقاء کے زیر اثر تشکیل پاتے رہے ہیں، جس کے باعث ان کی عملی صورتوں اور اعتقادی بنیادوں میں نمایاں اختلافات دیکھنے میں آتے ہیں۔ عصر حاضر میں بین المذاہب مکالمے، تقابلی مطالعہ ادیان اور مذہبی تفہیم کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر قرآن اور دیگر ادیان میں عبادت کے تصور کا تقابلی جائزہ نہایت اہمیت



اختیار کر گیا ہے۔ اسی تناظر میں یہ مقالہ قرآن مجید اور منتخب ادیان کے تصور عبادت، اس کے مقاصد، بنیادی عبادات، مشترک و منفرد پہلوؤں اور ان کے باہمی تقابل کا تحقیقی مطالعہ پیش کرتا ہے، تاکہ اسلامی تصور عبادت کی جامعیت، اعتدال اور امتیازی خصوصیات کو علمی اور تحقیقی انداز میں واضح کیا جاسکے۔

مبحث اول: قرآن مجید میں عبادت کا تصور اور اس کے بنیادی اصول

قرآن مجید میں عبادت ایک بنیادی اور ہمہ گیر تصور کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن انسان کو صرف چند رسمی عبادات بجالانے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ اسے ایسی کامل زندگی کی دعوت دیتا ہے جو اس کے عقیدہ، فکر، اخلاق، معاملات، معاشرت، معیشت اور زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی پہلوؤں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دے۔ اسی لیے قرآن مجید میں عبادت کو توحید، اخلاص، تقویٰ، اطاعت اور عبودیت کے ساتھ گہرے تعلق دیا گیا ہے، کیونکہ یہی عناصر عبادت کی حقیقی روح اور اس کی قبولیت کی بنیاد ہیں۔ اسلامی تصور عبادت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لغوی، اصطلاحی اور قرآنی مفہوم، اس کے بنیادی مقاصد اور قرآن مجید میں مذکور اہم عبادات کا الگ الگ مطالعہ کیا جائے۔ ان مباحث کے ذریعے یہ واضح ہو گا کہ قرآن مجید عبادت کو صرف مذہبی رسوم کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات کے طور پر پیش کرتا ہے، جو انسان کے عقیدے کی اصلاح، کردار کی تعمیر، روحانی ارتقاء اور معاشرتی فلاح کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اس بحث میں انہی بنیادی اصولوں کو قرآن مجید کی روشنی میں تحقیقی اور تجزیاتی انداز سے بیان کیا جائے گا۔

1- عبادت کا لغوی، اصطلاحی اور قرآنی مفہوم

عبادت قرآن مجید کے بنیادی تصورات میں سے ایک ہے، جس پر اسلامی عقیدہ، شریعت اور اخلاقی نظام کی پوری عمارت قائم ہے۔ اگرچہ لفظ "عبادت" عام طور پر نماز، روزہ، حج اور دیگر مذہبی اعمال کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن قرآن مجید اس کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع اور جامع بیان کرتا ہے۔ عبادت کی حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کے لغوی معنی، پھر اصطلاحی مفہوم اور اس کے بعد قرآن مجید میں اس کے استعمال کا جائزہ لیا جائے۔ اس ترتیب سے عبادت کے حقیقی تصور اور اس کی جامعیت کو بہتر انداز میں سمجھا جاسکتا ہے۔

(الف) عبادت کا لغوی مفہوم

عربی زبان میں لفظ "عبادت" مادہ (ع ب د) سے مشتق ہے، جس کے بنیادی معنی عاجزی، انکساری، اطاعت، فرمانبرداری اور مکمل سپردگی کے ہیں۔ اہل لغت نے اس مادہ کی تشریح کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عبادت میں صرف اطاعت ہی نہیں بلکہ انتہائی درجے کی محبت، تعظیم اور فروتنی بھی شامل ہوتی ہے، اسی لیے یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ابن فارسؒ لکھتے ہیں:

«الْعَيْنُ وَالْبَاءُ وَالذَّالُ أَصْلٌ وَاحِدٌ يَدُلُّ عَلَى لِينٍ وَذُلٍّ وَخُضُوعٍ»¹

ترجمہ: عین، باء اور ذال کا مادہ ایک ہی اصل پر دلالت کرتا ہے، جس کے معنی نرمی، عاجزی اور فروتنی کے ہیں۔

ابن فارسؒ کی یہ تعریف اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ عبادت کی بنیاد محض اطاعت نہیں بلکہ ایسی عاجزی اور انکساری ہے جو بندے کو اپنے رب کے سامنے مکمل طور پر جھکا دیتی ہے۔ اسی لیے عربی زبان میں ہموار راستے کو "طريق مستقیم" کہا جاتا ہے، یعنی ایسا راستہ جو مسلسل چلنے کی وجہ سے نرم اور مطیع ہو گیا ہو۔ اسی لغوی مناسبت سے بندہ بھی اپنی خواہشات اور نفسانی میلانات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دیتا ہے۔ اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا آغاز انسان کے دل کی کیفیت سے ہوتا ہے، جس کا عملی اظہار بعد میں اطاعت، بندگی اور نیک اعمال کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ لہذا لغوی اعتبار سے عبادت انسان کے ظاہر و باطن دونوں کی عاجزی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے مکمل سپردگی کا نام ہے۔

ابن منظورؒ فرماتے ہیں:

«الْعِبَادَةُ: الطَّاعَةُ مَعَ الْخُضُوعِ وَالْتِذَلُّ»²

ترجمہ: عبادت اطاعت کے ساتھ عاجزی اور فروتنی اختیار کرنے کا نام ہے۔

ابن منظورؒ کی یہ تعریف عبادت کے مفہوم کو مزید واضح کرتی ہے کہ محض اطاعت کو عبادت نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اس اطاعت میں عاجزی، محبت اور تعظیم بھی شامل ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص خوف، جبر یا دنیوی مصلحت کی وجہ سے کسی کی اطاعت کرے تو وہ لغوی اعتبار سے عبادت نہیں کہلائے گی۔ عبادت اس وقت وجود میں آتی

ہے جب بندہ دل کی گہرائی سے اپنے رب کی عظمت کا اعتراف کرے اور اسی اعتراف کے نتیجے میں اس کے احکام بجالائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے عبادت کو ہمیشہ ایمان، خشیت، اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ اس تعریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت صرف ظاہری افعال کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک قلبی کیفیت ہے، جس کا اثر انسان کے کردار، اخلاق اور عملی زندگی پر نمایاں ہوتا ہے۔

راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

«الْعِبَادَةُ إِظْهَارُ التَّذَلُّلِ، وَالْعِبَادَةُ أَبْلَغُ مِنْهَا؛ لِأَنَّهَا غَايَةُ التَّذَلُّلِ، وَلَا يَسْتَحِقُّهَا إِلَّا مَنْ لَهُ غَايَةُ الْإِنْعَامِ»³

ترجمہ: عبودیت عاجزی کی اظہار کا نام ہے، جبکہ عبادت اس سے بھی بڑھ کر انتہائی درجے کی عاجزی ہے، اور اس کا مستحق صرف وہی ہے جو کامل نعمتوں کا مالک ہو۔

راغب اصفہانیؒ کی یہ تعبیر اسلامی تصور عبادت کی بنیادی روح کو واضح کرتی ہے۔ انہوں نے عبودیت اور عبادت کے درمیان لطیف فرق بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عبادت صرف عاجزی نہیں بلکہ انتہائی درجے کی عاجزی، محبت اور تعظیم کا مجموعہ ہے۔ اسی لیے حقیقی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، کیونکہ کامل نعمتیں عطا کرنے والا، حقیقی خالق، رازق اور مالک صرف وہی ہے۔ اس تعریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا تعلق انسان کے عقیدے سے براہ راست وابستہ ہے۔ جب بندہ اس حقیقت پر ایمان رکھتا ہے کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے تو اس کی بندگی، محبت اور اطاعت بھی صرف اسی کے لیے مخصوص ہو جاتی ہے۔ یہی تصور بعد میں قرآن مجید کے توحیدی نظام کی بنیاد بنتا ہے اور شرک کی ہر صورت کی نفی کرتا ہے۔

(ب) عبادت کا اصطلاحی مفہوم

شریعت اسلامیہ میں عبادت کا مفہوم لغوی معنی سے زیادہ جامع اور وسیع ہے۔ لغت میں اگرچہ عبادت عاجزی، اطاعت اور فروتنی کے معنی میں استعمال ہوتی ہے، لیکن شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ہر وہ اعتقاد، قول، عمل اور اخلاق ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اس کے احکام کے مطابق اور اخلاص نیت کے ساتھ انجام دیا جائے۔ اسی لیے اسلامی تصور عبادت صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی اعمال کو محیط ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے مطابق اور رضائے الہی کی نیت سے انجام دیے جائیں۔ اس جامع تصور نے عبادت کو زندگی کے ہر شعبے سے مربوط کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں مسلمان کی پوری زندگی بندگی الہی کا عملی نمونہ بن جاتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

«الْعِبَادَةُ اسْمٌ جَامِعٌ لِكُلِّ مَا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَيَرْضَاهُ مِنَ الْأَقْوَالِ وَالْأَعْمَالِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ»⁴

ترجمہ: عبادت ایک جامع نام ہے ہر اس ظاہری اور باطنی قول و عمل کا جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

ابن تیمیہؒ کی یہ تعریف اسلامی فکر میں عبادت کی جامع ترین تعریفوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ عبادت کا دائرہ صرف چند مخصوص مذہبی اعمال تک محدود نہیں بلکہ ہر وہ عمل عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق انجام دیا جائے۔ چنانچہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے ساتھ ساتھ والدین کی خدمت، وعدے کی پابندی، امانت داری، عدل و انصاف، حلال روزی کا حصول، علم کا حصول، لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اور خدمتِ خلق بھی اخلاص نیت کے ساتھ انجام دی جائیں تو عبادت شمار ہوتی ہیں۔ اس تعریف نے عبادت کو زندگی کے ہر شعبے سے مربوط کر دیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اسلام دین اور دنیا کے درمیان کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا۔ یہی جامعیت اسلامی تصور عبادت کو دیگر محدود مذہبی تصورات سے ممتاز کرتی ہے، کیونکہ اسلام میں بندہ اپنی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے عبادت بنا سکتا ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

«وَأَصْلُ الْعِبَادَةِ التَّذَلُّلُ وَالْخُضُوعُ، وَسَمِيَتْ عِبَادَةً؛ لِأَنَّ الْمُكَلَّفَ يَلْتَزِمُهَا مُتَذَلِّلًا لِلَّهِ تَعَالَى»⁵

ترجمہ: عبادت کی اصل عاجزی اور فروتنی ہے، اور اسے عبادت اس لیے کہا جاتا ہے کہ مکلف اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہوئے اس کی پابندی کرتا ہے۔

امام قرطبیؒ نے عبادت کے اصطلاحی مفہوم میں اس کے باطنی پہلو کو نمایاں کیا ہے۔ ان کے نزدیک عبادت کی اصل روح بندے کا اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرنا ہے۔ اگر کوئی عمل ظاہری طور پر درست ہو لیکن اس میں بندگی، فروتنی اور اخلاص موجود نہ ہو تو وہ عبادت کی حقیقی روح سے خالی رہتا ہے۔ اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت صرف جسمانی افعال یا زبانی اذکار کا مجموعہ نہیں بلکہ بندے کی قلبی کیفیت بھی اس کا لازمی جز ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کا شعور رکھتے ہوئے اس کے احکام بجالاتا ہے تو اس کی عبادت محض رسمی عمل نہیں رہتی بلکہ روحانی تربیت اور قرب الہی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے بار بار خشوع، اخلاص اور تقویٰ کو عبادت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

«التَّكْلِيفُ كُلُّهُ رَاجِعٌ إِلَى التَّعَبُّدِ لِلَّهِ تَعَالَى»⁶

ترجمہ: شریعت کے تمام احکام بالآخر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

امام شاطبیؒ کا یہ قول اسلامی شریعت کے مقاصد کو سمجھنے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے تمام احکام، خواہ وہ عبادت سے متعلق ہوں یا معاملات، معاشرت، معیشت، سیاست یا اخلاقیات سے، سب کا اصل مقصد انسان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی پر قائم کرنا ہے۔ اس تصور کے مطابق شریعت کا ہر حکم عبادت کا ایک پہلو ہے، کیونکہ ہر حکم کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رضا کا حصول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون محض قانونی ضابطوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسا نظام حیات ہے جو انسان کی پوری زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس جامع تصور کے نتیجے میں مسلمان کے لیے دین صرف مسجد تک محدود نہیں رہتا بلکہ گھر، بازار، عدالت، تعلیمی ادارہ اور معاشرے کا ہر میدان بندگی الہی کا مظہر بن جاتا ہے۔

(ج) عبادت کا قرآنی مفہوم

قرآن مجید نے عبادت کو نہایت جامع اور ہمہ گیر مفہوم میں بیان کیا ہے۔ اگرچہ قرآن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر عبادات کا مستقل حکم موجود ہے، لیکن اس نے عبادت کو صرف ان مخصوص اعمال تک محدود نہیں رکھا بلکہ انسان کی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کے تابع کرنے کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کے نزدیک عبادت کا تعلق صرف عبادت گاہ یا مخصوص اوقات سے نہیں بلکہ عقیدہ، اخلاق، معاملات، معاشرت، معیشت اور زندگی کے تمام شعبوں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی تصور عبادت، دیگر محدود مذہبی تصورات کے مقابلے میں زیادہ جامع، متوازن اور عملی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾⁷

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

یہ آیت قرآنی تصور عبادت کی بنیادی اساس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد اپنی عبادت قرار دے کر واضح کر دیا کہ بندگی الہی انسان کی زندگی کا اصل ہدف ہے۔ یہاں عبادت سے مراد صرف نماز، روزہ یا دیگر مخصوص عبادات نہیں بلکہ ایسا طرز زندگی ہے جس میں انسان کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہوں۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ عبادت کا تقاضا صرف ظاہری اطاعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت، خشیت اور کامل فرمانبرداری بھی ہے۔ اس اعتبار سے انسان کی پوری زندگی عبادت بن سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اپنے تمام معاملات کو شریعت کے مطابق اور اخلاص نیت کے ساتھ انجام دے۔ یہ آیت اس حقیقت کو بھی نمایاں کرتی ہے کہ عبادت اسلام میں کوئی اضافی یا اختیاری عمل نہیں بلکہ انسان کے وجود اور اس کی تخلیق کی اصل غایت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾⁸

ترجمہ: کہہ دیجئے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔

اس آیت میں عبادت کے قرآنی تصور کو انتہائی جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف نماز اور قربانی کا ذکر نہیں بلکہ پوری زندگی اور موت کو بھی اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادت صرف چند مذہبی اعمال کا مجموعہ نہیں بلکہ انسان کی مکمل زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کے تابع ہونے کا نام ہے۔ ایک مسلمان کی عبادت اس وقت مکمل ہوتی ہے جب اس کی عبادات، معاملات، معاشرت، معاشی سرگرمیاں، علمی کوششیں اور اجتماعی ذمہ

داریاں سب رضائے الہی کے لیے انجام پائیں۔ یہی تصور اسلام کو ان مذاہب سے ممتاز کرتا ہے جو مذہبی اور دنیاوی زندگی کے درمیان واضح تقسیم کرتے ہیں، جبکہ قرآن پوری زندگی کو عبادت کا میدان قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾⁹

ترجمہ: پس اللہ ہی کی عبادت کرو، دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

اس آیت میں قرآن مجید نے عبادت کے بنیادی اصول یعنی اخلاص کو بیان کیا ہے۔ عبادت کی ظاہری صورت خواہ کتنی ہی عمدہ ہو، اگر اس میں اخلاص موجود نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلوب نہیں رہتی۔ اخلاص انسان کے تمام اعمال کو روح عطا کرتا ہے اور اس کی عبادت کو ریاء، شہرت اور دنیاوی مفادات سے پاک کرتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی قبولیت صرف عمل پر موقوف نہیں بلکہ نیت کی درستی پر بھی منحصر ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے بارہا اخلاص کو عبادت کی بنیاد قرار دیا ہے، کیونکہ یہی انسان کو حقیقی عبودیت اور قرب الہی تک پہنچاتا ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

«أَيُّ أَخْلَصَ لَهُ الْعِبَادَةُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ.»

ترجمہ: یعنی عبادت کو خالص اسی کے لیے مخصوص کرو، اس کا کوئی شریک نہیں۔¹⁰

امام ابن کثیرؒ کی یہ تفسیر قرآنی تصور عبادت کے بنیادی اصول کو واضح کرتی ہے۔ ان کے نزدیک عبادت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام اعمال، خواہ وہ عبادت ہوں یا معاملات، صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دے۔ جب عبادت اخلاص کے ساتھ ادا کی جاتی ہے تو وہ انسان کے عقیدے کو مضبوط، اس کے اخلاق کو پاکیزہ اور اس کے اعمال کو با مقصد بنادیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں عبادت کو ہمیشہ توحید، اخلاص اور اطاعت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، تاکہ انسان اپنی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تابع کر دے اور اسی کو اپنی کامیابی کا معیار سمجھے۔

2- عبادت کے مقاصد: توحید، تزکیہ نفس اور قرب الہی

عبادت کا تصور محض اللہ تعالیٰ کی بندگی کے اظہار تک محدود نہیں بلکہ اس کے پیچھے متعدد عظیم روحانی، اخلاقی اور معاشرتی مقاصد کار فرما ہیں۔ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر ان مقاصد کو واضح کیا ہے تاکہ انسان عبادت کو صرف ایک رسمی ذمہ داری نہ سمجھے بلکہ اس کی حقیقی روح اور غایت کو بھی پیش نظر رکھے۔ عبادت انسان کے عقیدے کو مضبوط کرتی، اس کے نفس کو پاکیزہ بناتی اور اسے اپنے رب سے قریب کرتی ہے۔ یہی تین بنیادی مقاصد عبادت کو محض ظاہری اعمال سے بلند کر کے ایک جامع تربیتی نظام کی صورت عطا کرتے ہیں۔

(الف) توحید کا استحکام

عبادت کا سب سے بنیادی مقصد انسان کے عقیدہ توحید کو مضبوط کرنا اور اسے ہر قسم کے شرک اور غیر اللہ کی بندگی سے آزاد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی عبادت کا حکم دیا گیا ہے، وہاں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اخلاص کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی اصل بنیاد یہی ہے کہ بندہ اپنے خالق، مالک اور رازق کو ایک مانتے ہوئے صرف اسی کی بندگی اختیار کرے اور اپنی پوری زندگی اسی کی اطاعت کے مطابق گزارے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّغُوتَ﴾¹¹

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

یہ آیت اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی مرکز توحید اور خالص عبادت تھا۔ قرآن مجید نے عبادت کے حکم کے ساتھ طاغوت سے اجتناب کا حکم بھی دیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے کا نام نہیں بلکہ ہر اس عقیدے، نظریے، نظام اور قوت سے لاطعلق کا بھی تقاضا کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے مقابلے میں کھڑی ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت انسان کی فکری، اعتقادی اور عملی آزادی کا ذریعہ ہے، کیونکہ وہ اسے ہر قسم کی غیر اللہ کی غلامی سے نجات دلا کر صرف اپنے خالق کے سامنے جھکنا سکھاتی ہے۔ یہی تصور انسان کی شخصیت میں استقلال، اعتماد اور اخلاص پیدا کرتا ہے اور اسے دنیاوی مفادات، خواہشات نفس اور باطل نظریات کے غلبے سے محفوظ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾¹²

ترجمہ: انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں۔

اس آیت میں عبادت کے بنیادی مقصد کو اخلاص کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ اخلاص عبادت کی روح اور اس کی قبولیت کی بنیاد ہے، کیونکہ ظاہری اعمال اسی وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں جب ان کا مقصد صرف اس کی رضا ہو۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ تمام آسمانی شریعتوں کی اصل دعوت ایک ہی رہی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا تعلق صرف ظاہری افعال سے نہیں بلکہ انسان کی نیت، قلبی کیفیت اور روحانی وابستگی سے بھی ہے۔ جب بندہ اپنی عبادت کو ہر قسم کے ریا، شہرت اور دنیاوی اغراض سے پاک کر لیتا ہے تو اس کی پوری زندگی اخلاص اور بندگی کا عملی نمونہ بن جاتی ہے۔ یہی اخلاص انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا اور اس کے تمام اعمال کو عبادت کا درجہ عطا کرتا ہے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

«فَجَمِيعُ الرُّسُلِ دَعَا إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ»¹³

ترجمہ: تمام رسولوں نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، جس کا کوئی شریک نہیں۔

امام ابن کثیرؒ کا یہ بیان قرآنی تعلیمات کا جامع خلاصہ پیش کرتا ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت میں اگرچہ بعض شرعی احکام اور عملی تفصیلات مختلف رہی ہیں، لیکن عقیدہ توحید اور خالص عبادت کا اصول ہمیشہ مشترک رہا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید مختلف انبیائے کرام کی دعوت نقل کرتے ہوئے بار بار "اعبدوا اللہ" کی تعبیر اختیار کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی بنیاد کسی خاص رسم یا مخصوص طریقہ عبادت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور اسی کی اطاعت پر قائم ہے۔ یہی تصور بعد میں بین المذاہب تقابلی مطالعے کی بنیاد بھی بنتا ہے، کیونکہ قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ تمام آسمانی ادیان کی اصل دعوت توحید تھی، اگرچہ بعد کے ادوار میں ان کے عقائد اور عبادتی تصورات میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

(ب) تزکیہ نفس اور اخلاقی اصلاح

عبادت کے اہم مقاصد میں سے ایک انسان کے نفس کا تزکیہ اور اس کے اخلاق و کردار کی اصلاح ہے۔ قرآن مجید نے عبادت کو محض رسمی اعمال قرار نہیں دیا بلکہ انہیں انسان کی باطنی تربیت، روحانی ارتقاء اور اخلاقی تعمیر کا مؤثر ذریعہ بنایا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر عبادات انسان کے اندر تقویٰ، صبر، اخلاص، امانت، عفو و درگزر، ایثار اور احساس ذمہ داری جیسی اعلیٰ صفات پیدا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے عبادت کے احکام کے ساتھ ان کے اصلاحی اور تربیتی مقاصد کو بھی بیان کیا ہے، تاکہ انسان عبادت کی ظاہری اداکاری کے ساتھ اس کے حقیقی ثمرات بھی حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾¹⁴

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

اس آیت میں نماز کی اصل غایت کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق نماز کا مقصد صرف ظاہری افعال کی اداکاری نہیں بلکہ انسان کے اندر ایسی روحانی کیفیت پیدا کرنا ہے جو اسے ہر قسم کی بے حیائی، ظلم، گناہ اور نافرمانی سے دور رکھے۔ جب بندہ روزانہ متعدد مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوتا ہے، اس کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے اور اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے تو اس کے دل میں احساسِ جواب دہی مضبوط ہوتا ہے۔ یہی احساس اسے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور برائی سے اجتناب اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اگر نماز خشوع و خضوع، اخلاص اور حضورِ قلب کے ساتھ ادا کی جائے تو اس کے اثرات انسان کی شخصیت، گفتگو، معاملات اور معاشرتی رویوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید نماز کو صرف ایک فرض عبادت نہیں بلکہ اخلاقی اصلاح اور تزکیہ نفس کا مؤثر ترین ذریعہ قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا عَلَيْكُمْ الصَّيَامُ كَمَا كُنْتُمْ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾¹⁵

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اس آیت میں روزے کی فرضیت کے ساتھ اس کی بنیادی حکمت بھی بیان کر دی گئی ہے، اور وہ تقویٰ کا حصول ہے۔ تقویٰ دراصل ایسی قلبی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو ہر اس عمل سے روکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنے۔ روزہ انسان کو اپنی خواہشات پر قابو پانے، صبر و ضبط اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذاتی

رغبت کو قربان کرنے کی عملی تربیت دیتا ہے۔ اسی تربیت کے نتیجے میں انسان کے اندر خود احتسابی، قناعت، احساس ذمہ داری اور دوسروں کے حالات کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ روزہ یہ سبق بھی دیتا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جائز خواہشات کو ترک کر سکتا ہے تو ناجائز خواہشات سے بچنا اس کے لیے زیادہ آسان ہونا چاہیے۔ اس طرح روزہ انسان کے باطن کو پاکیزہ بنا کر اسے متقی اور صالح شخصیت میں ڈھالنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَيُشْرِبَهُ»¹⁶

ترجمہ: جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ حدیث عبادت کے اخلاقی مقصد کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے روزے کی مثال دے کر سمجھایا کہ اگر عبادت انسان کے اخلاق، کردار اور معاملات میں تبدیلی پیدا نہ کرے تو وہ اپنی حقیقی روح سے محروم رہ جاتی ہے۔ روزہ صرف کھانے پینے سے رکے کا نام نہیں بلکہ زبان، آنکھ، کان، ہاتھ اور دل کو بھی گناہوں سے محفوظ رکھنے کا نام ہے۔ جب انسان جھوٹ، غیبت، دھوکہ، ظلم اور دیگر اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرتا ہے تو روزے کا اصل مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ اصول بھی سامنے آتا ہے کہ اسلام میں عبادت اور اخلاق کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقی عبادت وہی ہے جو انسان کے باطن کی اصلاح کرے، اس کے کردار کو سنوارے اور اسے معاشرے کے لیے خیر و بھلائی کا ذریعہ بنادے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

«تَمَرَةُ الْعِبَادَةِ تَرْكِيَةُ النَّفْسِ وَتَهْذِيبُ الْأَخْلَاقِ»¹⁷

ترجمہ: عبادت کا ثمرہ نفس کا تزکیہ اور اخلاق کی تہذیب ہے۔

امام غزالیؒ نے عبادت کے مقصد کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک عبادت کی اصل کامیابی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ انسان کے نفس کو رذائل سے پاک اور اس کے اخلاق کو فضائل سے آراستہ کر دے۔ اگر عبادت انسان کے اندر تکبر کی جگہ عاجزی، حسد کی جگہ خیر خواہی، حرص کی جگہ قناعت، غفلت کی جگہ ذکر الہی اور خود غرضی کی جگہ ایثار پیدا کر دے تو یہی اس کی حقیقی تاثیر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق سے نہیں بلکہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی سے بھی ہے، کیونکہ ایک پاکیزہ نفس ہی عدل، دیانت، امانت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں عبادت کو ہمیشہ اخلاقی تربیت اور اصلاحِ نفس کے ساتھ جوڑا گیا ہے، تاکہ انسان نہ صرف ایک اچھا عبادت گزار بلکہ ایک بہترین انسان بھی بن سکے۔

(ج) قربِ الہی اور روحانی بالیدگی

عبادت کے عظیم ترین مقاصد میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور بندے کے اندر روحانی بالیدگی پیدا کرنا ہے۔ قرآن مجید عبادت کو محض ظاہری اطاعت کا نام نہیں دیتا بلکہ اسے بندے اور اس کے رب کے درمیان محبت، اعتماد، خشیت، توکل اور قلبی اطمینان پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ قرار دیتا ہے۔ جب انسان اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اس کا دل ذکرِ الہی سے منور ہوتا ہے، ایمان مضبوط ہوتا ہے اور اس کی روح کو حقیقی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے عبادت کو قربِ الہی کے حصول کا بنیادی راستہ قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾¹⁸

ترجمہ: سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔

اس مختصر مگر جامع آیت میں عبادت کا اعلیٰ ترین مقصد بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے سجدے کو قربِ الہی کا ذریعہ قرار دے کر واضح کیا ہے کہ بندہ جس قدر عاجزی، اخلاص اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے، اسی قدر وہ اپنے رب کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں قرب سے مراد جسمانی قرب نہیں بلکہ روحانی قرب، اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی محبت اور اس کی خصوصی عنایت کا حصول ہے۔ سجدہ انسان کی بندگی کا کامل ترین اظہار ہے، کیونکہ اس میں وہ اپنے جسم کے سب سے معزز حصے یعنی پیشانی کو اپنے رب کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ یہی عاجزی انسان کے اندر تکبر کو ختم کرتی، انکساری پیدا کرتی اور اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بناتی ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی اصل غایت اللہ تعالیٰ سے ایسا مضبوط تعلق قائم کرنا ہے جو انسان کے دل، فکر اور کردار کو بدل دے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾¹⁹

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

یہ آیت بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق کی نہایت حسین تصویر پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اپنی خصوصی عنایت اور رحمت کے ساتھ مربوط فرمایا ہے۔ جب بندہ عبادت، دعا، تلاوت قرآن اور ذکر کے ذریعے اپنے رب سے تعلق قائم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت، نصرت اور برکتوں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا مقصد صرف بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہی کیفیت انسان کے دل میں اطمینان، امید، توکل اور استقامت پیدا کرتی ہے۔ موجودہ دور میں جہاں انسان ذہنی اضطراب، بے چینی اور روحانی خلا کا شکار ہے، وہاں یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حقیقی قلبی سکون اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ»²⁰

ترجمہ: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے، لہذا اس حالت میں کثرت سے دعا کیا کرو۔ اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے سجدے کی روحانی عظمت کو واضح فرمایا ہے۔ سجدہ وہ مقام ہے جہاں بندہ اپنی عاجزی، محتاجی اور بندگی کا کامل اظہار کرتا ہے، اسی لیے اسے اللہ تعالیٰ سے قرب کا بہترین وقت قرار دیا گیا ہے۔ اس موقع پر دعائی تفلین اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ عبادت کا مقصد صرف شرعی فریضہ ادا کرنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق قائم کرنا بھی ہے۔ جب بندہ اپنے رب کے سامنے عاجزی کے ساتھ اپنی حاجات پیش کرتا ہے تو اس کے اندر اللہ تعالیٰ پر اعتماد، امید اور توکل کی صفات مضبوط ہوتی ہیں۔ یہی روحانی کیفیت اسے مشکلات میں صبر، نعمتوں میں شکر اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر قائم رہنے کی قوت عطا کرتی ہے۔

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

«فِي الْعِبَادَةِ كَمَالُ الْمُحِبَّةِ مَعَ كَمَالِ الذِّلِّ لِلَّهِ تَعَالَى»²¹

ترجمہ: عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کامل محبت کے ساتھ کامل عاجزی اختیار کی جائے۔

امام ابن القیمؒ نے عبادت کی روح کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک عبادت صرف خوف یا محض اطاعت کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے کامل محبت، اس کی عظمت کا اعتراف اور اس کے سامنے مکمل عاجزی اختیار کرنے کا نام ہے۔ جب یہ تینوں عناصر ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں تو عبادت اپنے اعلیٰ ترین درجے پر پہنچ جاتی ہے۔ یہی کیفیت بندے کو روحانی سکون، قلبی اطمینان اور اللہ تعالیٰ کی دائمی محبت سے ہمکنار کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا مقصد صرف احکام کی تعمیل نہیں بلکہ ایسا روحانی تعلق پیدا کرنا ہے جو انسان کی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت کے تابع بنا دے۔ یہی قرآنی تصور عبادت انسان کو ظاہری رسوں سے بلند کر کے حقیقی عبودیت اور قرب الہی کی منزل تک پہنچاتا ہے۔

3- قرآن مجید میں بنیادی عبادات

قرآن مجید نے عبادت کا ایک جامع اور متوازن تصور پیش کیا ہے، جس میں انسان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تابع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ہر نیک عمل اخلاص نیت کے ساتھ عبادت بن سکتا ہے، تاہم قرآن کریم نے بعض عبادات کو دین کے بنیادی ارکان اور عملی بندگی کی اساس قرار دیا ہے۔ ان عبادات کے ذریعے نہ صرف بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق مضبوط ہوتا ہے بلکہ فرد کی روحانی تربیت، اخلاقی اصلاح اور معاشرے کی فلاح بھی مقصود ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کو بنیادی عبادات کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان عبادات کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام میں عبادت صرف انفرادی روحانیت کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر تربیتی اور اصلاحی نظام بھی ہے۔

(الف) نماز

نماز اسلام کی سب سے اہم عملی عبادت اور بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق کا مضبوط ترین ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ جس عبادت کا حکم دیا گیا ہے وہ نماز ہے۔ یہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظمت، احساسِ جواب دہی، نظم و ضبط، خشوع اور تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے نماز کو ایمان کی علامت، دین کا ستون اور اخلاقی اصلاح کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾²²

ترجمہ: اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اس آیت میں نماز کو اجتماعی عبادت کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ "وَأَرَكْعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ" کے الفاظ اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلام میں نماز صرف انفرادی تعلق مع اللہ کا ذریعہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے اتحاد، مساوات اور اجتماعی نظم کی علامت بھی ہے۔ جماعت کی صورت میں نماز کی ادائیگی سے امیر و غریب، حاکم و محکوم اور مختلف طبقات کے افراد ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں، جس سے مساوات، اخوت اور اجتماعیت کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے۔ مزید برآں نماز کی پابندی انسان کی روزمرہ زندگی کو نظم و ضبط عطا کرتی ہے، کیونکہ وہ دن میں کئی مرتبہ اپنے تمام دنیاوی مشاغل کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اس طرح نماز انسان کی عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا مسلسل احساس پیدا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ»²³

ترجمہ: دین کی بنیاد اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے، جس سے اس کی غیر معمولی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ جس طرح کسی عمارت کا استحکام اس کے ستونوں پر منحصر ہوتا ہے، اسی طرح مسلمان کی دینی زندگی کا استحکام بھی نماز پر موقوف ہے۔ نماز بندے کو ہر روز بار بار اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کا موقع فراہم کرتی ہے، جس سے اس کے اندر خشیت، اخلاص اور احساسِ ذمہ داری پیدا ہوتا ہے۔ یہی احساس اس کے کردار، معاملات اور معاشرتی رویوں پر مثبت اثر ڈالتا ہے۔ نماز انسان کو وقت کی پابندی، نظم، صبر اور خود احتسابی کی عملی تربیت بھی فراہم کرتی ہے، جس کے اثرات زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

«خُصِّتِ الصَّلَاةُ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهَا أَعْظَمُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ بَعْدَ الشَّهَادَتَيْنِ»²⁴

ترجمہ: نماز کو مخصوصی طور پر اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن یہی ہے۔

امام قرطبیؒ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو دیگر عبادات پر ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ قرآن مجید میں بار بار نماز کا ذکر اس حقیقت کی دلیل ہے کہ یہ عبادت دیگر اعمالِ صالحہ کی بنیاد ہے۔ جو شخص نماز کی حفاظت کرتا ہے، وہ دیگر شرعی احکام کی پابندی کی طرف بھی زیادہ مائل ہوتا ہے۔ نماز انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد کو تازہ رکھتی ہے اور غفلت سے محفوظ کرتی ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں نماز کو صرف ایک انفرادی عبادت نہیں بلکہ ایک ایسا تربیتی نظام قرار دیا گیا ہے جو فرد کی اصلاح کے ساتھ معاشرے کی دینی اور اخلاقی بنیادوں کو بھی مضبوط کرتا ہے۔

(ب) زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلام کا بنیادی مالی رکن اور اسلامی معاشرتی نظام کی ایک اہم عبادت ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے اس کی دینی اہمیت اور مرکزی حیثیت واضح ہوتی ہے۔ زکوٰۃ محض مالی ادائیگی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، مال کی پاکیزگی، نفس کے تزکیے اور معاشرے میں معاشی عدل کے قیام کا مؤثر ذریعہ ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کے ذریعے مال کو چند افراد تک محدود رکھنے کے بجائے معاشرے کے کمزور طبقات تک پہنچانے کا ایک مستقل نظام قائم کیا ہے، جس سے اخوت، ہمدردی اور سماجی استحکام فروغ پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾²⁵

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اس آیت میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اسلام میں عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی تک محدود نہیں بلکہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی اس کا لازمی حصہ ہے۔ نماز انسان کے رب کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرتی ہے، جبکہ زکوٰۃ انسان کے معاشرتی تعلقات کو پاکیزگی، ہمدردی اور عدل کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعے مال کی محبت میں اعتدال پیدا ہوتا ہے، بخل اور حرص کا خاتمہ ہوتا ہے اور انسان دوسروں کی ضروریات کا احساس کرنا سیکھتا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ فرد کی روحانی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے میں معاشی توازن اور اجتماعی فلاح کے قیام میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾²⁶

ترجمہ: آپ ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے، جس کے ذریعے آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کا تزکیہ کریں گے۔
اس آیت میں زکوٰۃ کی دو بنیادی حکمتیں بیان کی گئی ہیں: تطہیر اور تزکیہ۔ زکوٰۃ مال کو ناجائز میلانات، بخل اور دنیا پرستی سے پاک کرتی ہے اور صاحب مال کے نفس میں سخاوت، ایثار اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی صفات پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح مستحقین کی ضروریات پوری ہونے سے معاشرے میں محبت، تعاون اور معاشی استحکام فروغ پاتا ہے۔
قرآن مجید کے نزدیک زکوٰۃ صرف ایک مالی فریضہ نہیں بلکہ ایک ایسا تربیتی نظام ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کو اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ»²⁷

ترجمہ: صدقہ (اور زکوٰۃ) دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

یہ حدیث زکوٰۃ اور صدقہ کے بارے میں اسلامی تصور کو نہایت خوبصورتی سے واضح کرتی ہے۔ بظاہر انسان اپنے مال کا ایک حصہ خرچ کرتا ہے، لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرماتا ہے اور دنیا و آخرت میں اس کا اجر بڑھا دیتا ہے۔ یہ تعلیم انسان کے دل سے فقر اور کمی کا خوف دور کرتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی عطا پر کامل یقین سکھاتی ہے۔ اسی یقین کے نتیجے میں وہ خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور معاشرے کے ضرورت مند افراد کی مدد کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ صرف دولت کی تقسیم کا ذریعہ نہیں بلکہ ایمان، توکل اور سخاوت کی عملی تربیت بھی ہے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

«الزَّكَاةُ تُطَهِّرُ الْمَالَ وَتُزَكِّي صَاحِبَهُ وَتَكُونُ سَبَبًا لِلْبَرَكَةِ»

ترجمہ: زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے، اس کے ادا کرنے والے کا تزکیہ کرتی ہے اور برکت کا سبب بنتی ہے۔²⁸

امام ابن کثیرؒ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا فائدہ صرف مستحقین تک محدود نہیں رہتا بلکہ سب سے پہلے خود صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اس کے مال کو پاکیزگی عطا کرتی، اس کے نفس کو بخل اور حرص سے آزاد کرتی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گزاری کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اسی کے ساتھ معاشرے میں دولت کی گردش برقرار رہتی ہے، غربت میں کمی آتی ہے اور معاشرتی ہم آہنگی فروغ پاتی ہے۔ اس طرح زکوٰۃ اسلامی عبادات میں ایک ایسی منفرد عبادت ہے جو روحانی تربیت، اخلاقی اصلاح اور معاشی عدل کو بیک وقت فروغ دیتی ہے۔

(ج) روزہ

روزہ اسلام کی بنیادی عبادات میں ایک نمایاں عبادت ہے، جسے قرآن مجید نے انسان کی روحانی، اخلاقی اور عملی تربیت کا مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے۔ روزہ صرف کھانے پینے اور دیگر جسمانی خواہشات سے ایک مقررہ وقت تک رکنے کا نام نہیں بلکہ یہ نفس کی اصلاح، تقویٰ کے حصول، صبر و ضبط کی تربیت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خواہشات پر قابو پانے کی عملی مشق ہے۔ قرآن مجید نے روزے کی فرضیت کے ساتھ اس کی حکمت بھی بیان کی ہے تاکہ مسلمان اس عبادت کو محض ایک رسم نہ سمجھیں بلکہ اس کے اخلاقی، روحانی اور معاشرتی اثرات کو بھی اپنی زندگی میں نمایاں کریں۔ روزہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی دائمی نگرانی کا احساس دلاتا ہے اور اس کے کردار میں اعتدال، ضبط نفس اور احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾²⁹

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اس آیت مبارکہ میں روزے کا بنیادی مقصد "تقویٰ" قرار دیا گیا ہے۔ تقویٰ ایسی قلبی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو ہر اس عمل سے روک دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بنے۔ روزہ انسان کو اپنی خواہشات پر قابو پانے، صبر و تحمل اختیار کرنے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مقدم رکھنے کی عملی تربیت دیتا ہے۔ جب ایک شخص

شدید بھوک اور پیاس کے باوجود صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کھانے پینے سے اجتناب کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی نگرانی کا احساس مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔ یہی احساس بعد میں اس کے معاملات، اخلاق، معاشرت اور معاشی زندگی پر بھی مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس طرح روزہ صرف ایک ماہ کی عبادت نہیں بلکہ پورے سال انسان کے کردار کو سنوارنے والی تربیت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾³⁰

ترجمہ: اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزے کو سراسر خیر قرار دیا ہے۔ یہ خیر صرف آخرت کے اجر تک محدود نہیں بلکہ دنیاوی زندگی میں بھی اس کے متعدد فوائد ہیں۔ روزہ انسان میں نظم و ضبط، وقت کی پابندی، صبر، برداشت، قناعت اور خود احتسابی کی صفات پیدا کرتا ہے۔ مزید برآں بھوک اور پیاس کا عملی تجربہ اسے معاشرے کے غریب اور محروم افراد کی مشکلات کا احساس دلاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کے اندر ہمدردی، ایثار اور سخاوت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ اس طرح روزہ فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے میں باہمی تعاون اور سماجی ہم آہنگی کے فروغ کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الصِّيَامُ جُنَّةٌ»

ترجمہ: روزہ (گناہوں اور جہنم سے بچانے والی) ڈھال ہے۔³¹

اس حدیث مبارکہ میں روزے کو ڈھال سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح جنگ میں ڈھال انسان کو دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے، اسی طرح روزہ انسان کو نفسانی خواہشات، شیطانی وسوسوں اور اخلاقی برائیوں سے بچاتا ہے۔ روزہ دار جب اپنی زبان، آنکھ، کان اور دیگر اعضاء کو بھی گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے تو اس کی شخصیت میں حقیقی تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ صرف ظاہری بھوک اور پیاس کا نام نہیں بلکہ اخلاقی پاکیزگی اور باطنی اصلاح کا جامع ذریعہ ہے۔ اگر روزے کے دوران انسان جھوٹ، غیبت، ظلم اور دیگر گناہوں سے نہ بچے تو وہ روزے کے حقیقی مقصد سے محروم رہ جاتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

«الصَّوْمُ زَكَاةُ النَّفْسِ وَدِيَاضَتُهَا عَلَى الصَّبْرِ وَكُسْرِ الشَّهَوَاتِ»

ترجمہ: روزہ نفس کا تزکیہ ہے اور اسے صبر اور خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے۔³²

امام غزالیؒ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ روزے کا اصل مقصد انسان کے باطن کی اصلاح ہے۔ روزہ انسان کو اپنی خواہشات کا غلام بننے کے بجائے ان پر حاکم بننا سکھاتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی جائز خواہشات کو بھی محدود کر لیتا ہے تو اس کے لیے ناجائز خواہشات سے بچنا نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ یہی تربیت اس کے اندر استقامت، اخلاص، عاجزی اور خود احتسابی پیدا کرتی ہے۔ نتیجتاً اس کی عبادت محض رسمی عمل نہیں رہتی بلکہ اس کے کردار، اخلاق اور معاشرتی رویوں میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلام میں روزے کو تزکیہ نفس اور روحانی ارتقاء کا ایک جامع ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

(د) حج

حج اسلام کی عظیم ترین اجتماعی عبادت اور ارکان اسلام میں سے ایک بنیادی رکن ہے۔ یہ عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحیدی دعوت کی یاد تازہ کرتی ہے اور پوری امت مسلمہ کو وحدت، مساوات، اخوت اور تقویٰ کا عملی درس دیتی ہے۔ قرآن مجید نے حج کو صرف چند مناسک کی ادائیگی تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت، اخلاص، ایثار اور بندگی کا عملی مظہر قرار دیا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک، نسلوں، زبانوں اور ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک ہی لباس، ایک ہی قبلے اور ایک ہی مقصد کے ساتھ بیت اللہ میں جمع ہو کر اس حقیقت کا اعلان کرتے ہیں کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے برابر ہیں اور حقیقی فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾³³

ترجمہ: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، اور جو انکار کرے تو بے شک اللہ تمام

جہانوں سے بے نیاز ہے۔

یہ آیت حج کی فرضیت اور اس کی عظمت کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کی حیثیت کو ایک عظیم فریضہ قرار دیا ہے، جو ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ استطاعت کی شرط اسلام کے اعتدال اور آسانی کے اصول کو بھی واضح کرتی ہے، کیونکہ

شریعت انسان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتی۔ حج کا سفر انسان کو دنیاوی آسائشوں، تفاخر اور طبقاتی امتیازات سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عاجزی کا عملی درس دیتا ہے۔ احرام کی سادہ پوشاک اس حقیقت کی یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمام انسان برابر ہیں اور اصل فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ اس طرح حج فرد کے اندر تواضع، صبر، ایثار اور اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ امت مسلمہ میں اتحاد اور مساوات کے شعور کو بھی مضبوط کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾³⁴

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو نہ ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اس آیت میں حج اور قربانی کی اصل روح کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے واضح فرمایا کہ عبادت کی اصل قدر و قیمت اس کے ظاہری اعمال میں نہیں بلکہ اس اخلاص، تقویٰ اور قلبی کیفیت میں ہے جس کے ساتھ وہ ادا کی جاتی ہے۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بے مثال اطاعت اور تسلیم و رضا کی یادگار ہے۔ اس کے ذریعے مسلمان یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی خواہشات، مفادات اور محبوب ترین چیزوں کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار ہے۔ یہی جذبہ حج کے تمام مناسک میں نمایاں ہوتا ہے، جہاں ہر عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، صبر، ایثار اور بندگی کا سبق دیتا ہے۔ اس اعتبار سے حج انسان کے ظاہر کے ساتھ ساتھ اس کے باطن کی اصلاح کا بھی ذریعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.»

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کرے، پھر نہ بے حیائی کی بات کرے اور نہ گناہ کا ارتکاب کرے، وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) واپس لوٹتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔³⁵

اس حدیث مبارکہ میں حج کی روحانی اور اخلاقی تاثیر کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمایا کہ حج مقبول صرف مناسک کی ادائیگی کا نام نہیں بلکہ اخلاقی پاکیزگی، زبان کی حفاظت، گناہوں سے اجتناب اور اخلاص نیت اس کی بنیادی شرائط ہیں۔ جب حاجی ان تمام امور کا اہتمام کرتا ہے تو حج اس کی سابقہ لغزشوں کے کفارے کا سبب بنتا ہے اور اس کی زندگی ایک نئے روحانی سفر کا آغاز بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حج کے بعد ایک مسلمان سے زیادہ اعلیٰ اخلاق، بہتر معاملات، زیادہ تقویٰ اور مضبوط تعلق مع اللہ کی توقع کی جاتی ہے۔ اس طرح حج انسان کی شخصیت کو از سر نو تعمیر کرتا اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر استقامت عطا کرتا ہے۔

امام ابن عاشورؒ فرماتے ہیں:

«شُرِعَ الْحَجُّ لِتَجْدِيدِ مَعَانِي التَّوْحِيدِ وَجَمْعِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ.»

ترجمہ: حج اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ توحید کے معانی کی تجدید ہو اور مسلمانوں کو ایک کلمے پر جمع کیا جائے۔³⁶

امام ابن عاشورؒ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حج صرف ایک انفرادی عبادت نہیں بلکہ امت مسلمہ کی وحدت اور اجتماعیت کا عظیم مظہر بھی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان نسل، زبان، رنگ، وطن اور معاشرتی حیثیت کے تمام امتیازات سے بالاتر ہو کر ایک ہی مرکز پر جمع ہوتے ہیں اور ایک ہی شعار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ منظر اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ اسلام انسانوں کے درمیان مساوات، اخوت اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔ مزید برآں حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحیدی دعوت کی تجدید اور اس کے عملی اظہار کا ذریعہ بھی ہے، کیونکہ اس کے تمام مناسک انسان کو اخلاص، اطاعت، قربانی اور کامل بندگی الہی کی یاد دلاتے ہیں۔ اس طرح حج اسلام کی ایسی جامع عبادت ہے جس میں عقیدہ، عبادت، اخلاق، اجتماعیت، روحانیت اور انسانی مساوات سب ایک حسین اور متوازن نظام کی صورت میں جمع ہو جاتے ہیں۔

مبحث دوم: دیگر ادیان میں عبادات کا تصور اور عملی صورتیں

1۔ یہودیت اور مسیحیت میں عبادات کا تصور

عبادت کا تصور صرف اسلام تک محدود نہیں بلکہ تمام آسمانی ادیان میں کسی نہ کسی صورت موجود رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان سب کی بنیادی دعوت اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت تھی۔ اس اعتبار سے یہودیت اور مسیحیت بھی ایسے الہامی مذاہب ہیں جن میں عبادت کو مذہبی زندگی کا بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ تاریخی حالات، مذہبی تعبیرات، فقہی ارتقاء اور انسانی مداخلت کے باعث ان دونوں مذاہب میں عبادت کی عملی صورتوں، مقاصد اور مذہبی فلسفے میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر واضح کیا ہے کہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اصل دعوت خالص توحید اور اللہ تعالیٰ کی بندگی تھی، لیکن بعد کے ادوار میں ان کے پیروکاروں نے بعض اعتقادی اور عملی تبدیلیاں پیدا کر دیں، جن کے نتیجے میں عبادت کی اصل روح متاثر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾³⁷

ترجمہ: "اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"

یہ آیت اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ تمام آسمانی شریعتوں کا بنیادی مقصد انسان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دینا تھا۔ اگرچہ مختلف ادوار میں شریعتوں کے بعض عملی احکام میں فرق رہا، لیکن توحید، اخلاص اور بندگی الہی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی مشترکہ دعوت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیت اور مسیحیت کے تصور عبادت کا مطالعہ کرتے وقت ان کی اصل الہامی تعلیمات اور بعد میں رونما ہونے والی مذہبی تبدیلیوں کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ اس اصول کی روشنی میں تقابلی مطالعہ نہ صرف ان مذاہب کی حقیقی بنیادوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ قرآن مجید کے جامع تصور عبادت کی انفرادیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔

(الف) یہودیت میں عبادات کا تصور

یہودیت دنیا کے قدیم ترین الہامی مذاہب میں شمار ہوتی ہے، جس کی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات پر قائم ہے۔ یہودی عقیدے کے مطابق عبادت کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کی پاسداری، اس کے احکام کی اطاعت اور شریعت موسوی پر عمل کرنا ہے۔ ابتدائی یہودیت میں عبادت کا مرکز توحید، دعا، قربانی اور شریعت کی پابندی تھا، لیکن مختلف تاریخی مراحل، خصوصاً یہیکل سلیمانی کی تباہی کے بعد عبادت کی عملی صورتوں میں نمایاں تبدیلیاں آئیں۔ موجودہ یہودی مذہبی زندگی میں عبادت کا مرکز عبادت گاہیں، دعائیں، تورات کی تلاوت، مذہبی تہوار اور اجتماعی عبادات ہیں۔

تورات میں ارشاد ہے:

"اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت کے ساتھ محبت رکھ۔"³⁸

یہ عبارت یہودیت میں عبادت کی بنیادی روح کو واضح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کامل محبت، اس کی اطاعت اور اس کے احکام کی پابندی کو مذہبی زندگی کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات میں عبادت محض رسمی اعمال تک محدود نہیں تھی بلکہ انسان کے قلب، فکر اور عملی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے تابع کرنا اس کا اصل مقصد تھا۔ اگرچہ بعد کے ادوار میں عبادت کی مختلف عملی صورتیں اور فقہی تفصیلات سامنے آئیں، لیکن یہ بنیادی اصول یہودیت کے مذہبی افکار میں ہمیشہ مرکزی حیثیت رکھتا رہا۔ یہ تصور اس حقیقت کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ تمام آسمانی مذاہب کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ سے اخلاص پر مبنی تعلق اور اس کی کامل اطاعت ہے۔

دعا اور نماز

یہودیت میں دعا عبادت کی سب سے اہم صورتوں میں شمار ہوتی ہے۔ موجودہ یہودی مذہبی روایت میں دن میں تین مرتبہ اجتماعی یا انفرادی دعا کی جاتی ہے، جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد، شکر، توبہ اور مختلف دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان عبادات کا مقصد بندے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق کو مضبوط بنانا، اس کی رحمت طلب کرنا اور اپنی دینی وابستگی کا اظہار کرنا ہے۔ اجتماعی عبادت کا مرکز عبادت گاہ (Synagogue) ہوتی ہے، جہاں مذہبی تعلیم، تورات کی تلاوت اور اجتماعی دعاؤں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"شام کو، صبح کو اور دوپہر کو میں دعا کروں گا اور فریاد کروں گا، اور وہ میری آواز سنے گا۔" 39

یہ عبارت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ بنی اسرائیل کی مذہبی روایت میں مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، دعا اور مناجات ایک منظم عبادت کی حیثیت رکھتی تھی۔ دعا انسان کے اندر اللہ تعالیٰ پر توکل، عاجزی اور امید پیدا کرتی ہے، جبکہ مسلسل ذکر الہی انسان کو غفلت سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دعا تمام آسمانی مذاہب میں عبادت کی بنیادی صورت سمجھی جاتی ہے، اگرچہ اس کی عملی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ قرآن مجید بھی دعا کو عبادت کی روح قرار دیتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اصل تعلیمات میں اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہمیشہ بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔

سبت (Sabbath)

یہودیت میں سبت کو عبادت کی اہم ترین صورتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ سبت ہفتے کا ساتواں دن ہے، جسے اللہ تعالیٰ کی عبادت، روحانی سکون، تورات کے مطالعہ اور دنیاوی مشاغل سے اجتناب کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ یہودی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ اس دن کو مقدس سمجھیں اور اسے مکمل طور پر عبادت، ذکر الہی اور دینی تعلیم کے لیے وقف کریں۔ موجودہ یہودی مذہب میں جمعہ کی شام سے ہفتہ کی شام تک سبت منایا جاتا ہے، اس دوران کاروبار، تجارت اور بہت سے دنیاوی امور سے اجتناب کیا جاتا ہے تاکہ انسان اپنی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف مبذول کر سکے۔

تورات میں ارشاد ہے:

"سبت کے دن کو یاد رکھ تاکہ اسے مقدس مانے۔" 40

یہ حکم یہودیت میں سبت کی مرکزی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ سبت کا مقصد صرف جسمانی آرام حاصل کرنا نہیں بلکہ انسان کو دنیاوی مصروفیات سے الگ کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد، دعا، تورات کے مطالعہ اور روحانی تجدید کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اس دن خاندان کے افراد اور مذہبی برادری اجتماعی عبادت میں شریک ہوتے ہیں، جس سے مذہبی شعور، خاندانی استحکام اور باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے سبت انفرادی عبادت کے ساتھ ساتھ اجتماعی دینی زندگی کی بھی اہم علامت ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ سبت کے متعلق متعدد فقہی جزئیات اور سخت قانونی پابندیاں بھی وضع کی گئیں، جن کی وجہ سے بعض اوقات اس عبادت کی اصل روح پس منظر میں چلی گئی۔ قرآن مجید نے بنی اسرائیل کے سبت کے حوالے سے کیے گئے بعض طرز عمل کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں حیلہ سازی اور ظاہر داری عبادت کی روح کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ 41

ترجمہ: "اور یقیناً تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے سبت کے معاملے میں سرکشی کی، تو ہم نے ان سے کہا: ذلیل بندر بن جاؤ۔"

یہ آیت اس اصول کی وضاحت کرتی ہے کہ عبادت کی قبولیت کا دار و مدار محض ظاہری اعمال پر نہیں بلکہ اخلاص، اطاعت اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی صحیح پیروی پر ہے۔ جب عبادت اپنی حقیقی روح سے خالی ہو جائے اور انسان احکام الہی سے بچنے کے لیے حیلے اختیار کرے تو وہ عبادت اپنے اصل مقصد کو کھو دیتی ہے۔ قرآن مجید نے واقعہ سبت کو بطور عبرت بیان کر کے یہ واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہری رسم سے زیادہ اہمیت صدق نیت اور کامل اطاعت کی ہے۔

قربانی اور مذہبی تہوار

قدیم یہودیت میں قربانی عبادت کا بنیادی حصہ تھی۔ ہیکل سلیمانی میں مختلف اقسام کی قربانیاں اللہ تعالیٰ کی رضا، شکر گزاری، گناہوں کے کفارے اور تقرب الہی کے لیے پیش کی جاتی تھیں۔ تورات میں سوختنی قربانی، سلامتی کی قربانی، گناہ کی قربانی اور نذر کی قربانی کے تفصیلی احکام مذکور ہیں، جن کی ادائیگی مذہبی زندگی کا اہم حصہ سمجھی جاتی تھی۔

تورات میں ارشاد ہے:

"اگر تم میں سے کوئی خداوند کے لیے قربانی پڑھانا چاہے تو وہ اپنے مویشیوں میں سے قربانی پیش کرے۔" 42

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ قربانی کو اللہ تعالیٰ کے حضور بندگی، شکر گزاری اور تقرب کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ تاہم قربانی کا مقصد صرف جانور ذبح کرنا نہیں تھا بلکہ اس کے ذریعے انسان اپنے گناہوں پر ندامت، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر اور اس کی اطاعت کا اظہار کرتا تھا۔ اسی لیے انبیائے بنی اسرائیل نے بارہا اس حقیقت پر زور دیا کہ اگر قربانی کے ساتھ اخلاص، تقویٰ اور فرمانبرداری نہ ہو تو اس کی حقیقی روح باقی نہیں رہتی۔

حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا:

"کیا خداوند سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے اتنا خوش ہوتا ہے جتنا اس کی آواز ماننے سے؟ دیکھ، فرمانبرداری قربانی سے بہتر ہے۔" ⁴³

یہ تعلیم اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل اہمیت ظاہری رسوم سے زیادہ اطاعت، اخلاص اور صالح کردار کی ہے۔ اگر عبادت انسان کے اخلاق، کردار اور عملی زندگی میں مثبت تبدیلی پیدا نہ کرے تو وہ اپنے حقیقی مقصد کو حاصل نہیں کر سکتی۔ یہی اصول قرآن مجید میں بھی پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جہاں ہر عبادت کا اصل مقصد تقویٰ، تزکیہ نفس اور اللہ تعالیٰ کی رضا قرار دیا گیا ہے۔

سن 70ء میں دوسرے ہیکل کی تباہی کے بعد یہودی مذہب میں قربانی کا باقاعدہ نظام ختم ہو گیا، کیونکہ شریعت موسوی کے مطابق قربانی صرف ہیکل میں ہی پیش کی جاسکتی تھی۔ اس کے بعد دعا، تورات کی تعلیم، توبہ، صدقہ اور مذہبی اجتماعات نے عبادت میں مرکزی حیثیت اختیار کر لی۔ اسی طرح یوم کفارہ، عید فصح، عید ہفتوں اور عید خیمہ جیسے مذہبی تہوار اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد، توبہ، شکر گزاری اور مذہبی وابستگی کے اظہار کا اہم ذریعہ بن گئے۔

اس طرح موجودہ یہودیت میں عبادت کا تصور دعا، تورات کی تلاوت، سبت، مذہبی تہواروں، صدقہ اور شریعت کی پابندی پر مشتمل ہے۔ اگرچہ ان عبادت کی بنیاد الہامی تعلیمات پر تھی، تاہم تاریخی ارتقاء کے نتیجے میں ان کی عملی صورتوں میں متعدد تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ قرآن مجید ان اصل تعلیمات کی تصدیق کرتے ہوئے انسان کو دوبارہ خالص توحید، اخلاص اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(ب) مسیحیت میں عبادت کا تصور

مسیحیت (Christianity) ایک الہامی مذہب ہے جس کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر قائم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعوت میں توحید، اللہ تعالیٰ کی محبت، اخلاص، تقویٰ اور اخلاقی اصلاح کو بنیادی اہمیت دی۔ ان کی تعلیمات کا مقصد بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی کی طرف واپس لانا اور شریعت الہیہ کی روح کو زندہ کرنا تھا۔ تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد مختلف تاریخی، فکری اور مذہبی عوامل کے نتیجے میں مسیحی عقائد اور عبادت میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ موجودہ مسیحیت میں عبادت کا مرکز کلیسا (Church)، اجتماع دعا، مقدس عشاء ربانی (Holy Communion)، بہتسمہ (Baptism)، مذہبی تسبیحات اور مختلف مذہبی رسومات ہیں۔ اگرچہ ان عبادت کا مقصد خدا سے قرب حاصل کرنا اور روحانی زندگی کو مضبوط بنانا ہے، لیکن ان کی بنیادیں اور عملی صورتیں مختلف مسیحی فرقوں میں کسی نہ کسی حد تک مختلف پائی جاتی ہیں۔

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ ⁴⁴

ترجمہ: "بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمہارا رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل دعوت بھی دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح خالص توحید اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت پر مبنی تھی۔ انہوں نے اپنی ذات کی عبادت کی دعوت نہیں دی بلکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی، اس کی اطاعت اور اس کی رضا کے حصول کی طرف بلا یا۔ قرآن مجید اس حقیقت کو نمایاں کر کے یہ واضح کرتا ہے کہ تمام آسمانی مذاہب کی اصل بنیاد ایک ہی تھی، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عبادت۔ بعد کے ادوار میں پیدا ہونے والی اعتقادی تبدیلیاں اصل الہامی تعلیمات سے انحراف کا نتیجہ تھیں۔

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔" ⁴⁵

یہ تعلیم مسیحیت میں عبادت کے بنیادی اصول کو بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کامل محبت، اخلاص اور وفاداری مذہبی زندگی کا مرکز ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظاہری رسوم کے ساتھ ساتھ باطنی اصلاح، خلوص نیت اور اخلاقی پاکیزگی پر بھی غیر معمولی زور دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی مسیحی تعلیمات میں عبادت کا مقصد صرف مذہبی مراسم ادا کرنا نہیں بلکہ انسان کے دل، کردار اور زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنا تھا۔

دعا اور اجتماعی عبادت

مسیحیت میں دعا عبادت کی بنیادی صورت ہے۔ مسیحی عقیدے کے مطابق دعا انسان اور خدا کے درمیان روحانی تعلق کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ انفرادی دعا کے ساتھ ساتھ کلیسا میں اجتماعی عبادت کو بھی غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، خصوصاً اتوار کے دن تمام مسیحی عبادت کے لیے جمع ہوتے ہیں، جہاں بائبل کی تلاوت، وعظ، دعائیں، حمد یہ تسبیحات اور مذہبی تعلیمات پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو دعا کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"پس تم اس طرح دعا کیا کرو: اے ہمارے باپ! تو جو آسمان پر ہے، تیرا نام مقدس مانا جائے۔" ⁴⁶

یہ دعا، جسے "ربانی دعا" (Lord's Prayer) کہا جاتا ہے، مسیحی عبادت کا بنیادی حصہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی بادشاہی، رزق، مغفرت اور ہدایت کی دعا شامل ہے۔ یہ تعلیم اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی تلقین کی۔ دعا انسان کے اندر عاجزی، توکل، امید اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد پیدا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسیحیت میں دعا کو روحانی زندگی کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔

مقدس عشاء ربانی (Holy Communion)

مقدس عشاء ربانی مسیحیت کی اہم ترین عبادت میں شمار ہوتی ہے۔ اس عبادت کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری عشاء (Last Supper) پر رکھی جاتی ہے، جہاں انہوں نے اپنے شاگردوں کے ساتھ روٹی اور مشروب تقسیم کیا۔ بعد میں یہ رسم مسیحی مذہب کی مستقل عبادت بن گئی، جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی اور نجات کی یادگار سمجھا جاتا ہے۔

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد نقل ہوا ہے:

"یہ میری یاد میں کیا کرو۔" ⁴⁷

مسیحی عقیدے کے مطابق اس عبادت کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی، محبت اور نجات کے پیغام کو یاد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ مختلف مسیحی فرقوں میں اس عبادت کی تشریح اور طریقہ ادائیگی میں فرق پایا جاتا ہے، تاہم تقریباً تمام کلیساؤں میں اسے نہایت مقدس مذہبی رسم تصور کیا جاتا ہے۔ یہ عبادت مسیحی برادری کے اتحاد اور مذہبی وابستگی کی بھی علامت سمجھی جاتی ہے۔

پہنسم (Baptism)

پہنسم مسیحیت میں مذہبی زندگی کے آغاز کی علامت ہے۔ اس رسم میں پانی کے ذریعے ایک شخص کو مسیحی برادری میں شامل کیا جاتا ہے اور اسے روحانی پاکیزگی اور نئی زندگی کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ مختلف مسیحی فرقوں میں اس کی عملی صورتیں مختلف ہیں، لیکن اس کی مذہبی اہمیت سب کے نزدیک مسلم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انہیں پہنسم دو۔" ⁴⁸

اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی مسیحی معاشرے میں پہنسم کو مذہبی وابستگی اور ایمان کے اظہار کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ بعد کے ادوار میں اس رسم کو مختلف عقائد اور کلیسائی روایات کے ساتھ جوڑ دیا گیا، تاہم اس کی اصل غرض انسان کی مذہبی زندگی کا آغاز اور خدا کے ساتھ تعلق کا اظہار تھی۔

اخلاقی زندگی اور محبت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبادت کو اخلاقی زندگی سے جدا نہیں کیا بلکہ محبت، رحم، عفو و درگزر اور خدمتِ خلق کو عبادت کا لازمی حصہ قرار دیا۔ ان کی تعلیمات میں اللہ تعالیٰ سے محبت کے ساتھ انسانوں سے محبت کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"اپنے پڑوسی سے اپنے مانند محبت رکھ۔" ⁴⁹

یہ تعلیم ظاہر کرتی ہے کہ مسیحیت میں عبادت صرف کلیسا کے اندر ادا کی جانے والی مذہبی رسوم تک محدود نہیں بلکہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک، محبت، خدمت اور ایثار بھی عبادت کا اہم حصہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی معاشروں میں فلاحی خدمات، تعلیم، صحت اور سماجی بہبود کے اداروں کو مذہبی خدمت کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ پہلو قابلِ قدر ہے، تاہم قرآن مجید کی روشنی میں حقیقی عبادت اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب وہ خالص توحید، صحیح عقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی بلاشرکتِ غیرے بندگی پر قائم ہو۔

2۔ ہندومت اور بدھ مت میں عبادت کا تصور

یہودیت اور مسیحیت کی طرح ہندومت (Hinduism) اور بدھ مت (Buddhism) بھی دنیا کے اہم مذاہب میں شمار ہوتے ہیں، تاہم ان دونوں مذاہب کی مذہبی بنیادیں، تصورِ خدا، نجات کا فلسفہ اور عبادت کا تصور اسلام اور دیگر آسمانی مذاہب سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ ہندومت ایک قدیم مذہبی و تہذیبی نظام ہے جس میں متعدد عقائد، دیوتاؤں، مذہبی روایات اور فلسفیانہ مکاتبِ فکر شامل ہیں، جبکہ بدھ مت کی بنیاد گوتم بدھ کی تعلیمات پر قائم ہے، جہاں خدا کی عبادت کے بجائے روحانی تزکیہ، مراقبہ اور دکھوں سے نجات کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں مذاہب کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اگرچہ عبادت کی عملی صورتیں اسلام سے مختلف ہیں، تاہم روحانی سکون، اخلاقی تربیت اور باطنی اصلاح جیسے بعض مقاصد میں چند مشترک پہلو بھی پائے جاتے ہیں۔

(الف) ہندومت میں عبادت کا تصور

ہندومت دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں شمار ہوتا ہے، جس کی کوئی ایک متفقہ بانی شخصیت نہیں۔ اس مذہب کی بنیاد وید (Vedas)، اپنشد (Upanishads)، بھگوت گیتا (Bhagavad Gita) اور دیگر مذہبی متون پر قائم ہے۔ ہندومت میں عبادت کا تصور نہایت متنوع ہے، کیونکہ اس میں توحید، تعددِ الوہیت، وحدت الوجود اور مختلف فلسفیانہ نظریات بیک وقت موجود ہیں۔ ہندو مذہب میں عبادت کا مقصد مختلف دیوتاؤں کی خوشنودی، روحانی پاکیزگی، کرم (Karma) کی اصلاح، دوبارہ جنم (Reincarnation) کے چکر سے نجات (Moksha) اور روحانی کمال کا حصول ہے۔

بھگوت گیتا میں ارشاد ہے:

"جو شخص خلوص دل سے میری عبادت کرتا ہے، میں اس کی عبادت کو قبول کرتا ہوں۔" ⁵⁰

یہ عبارت اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہندومت میں عبادت کے لیے خلوص اور قلبی وابستگی کو اہمیت دی گئی ہے۔ اگرچہ مختلف ہندو مکاتبِ فکر عبادت کی مختلف صورتیں اختیار کرتے ہیں، لیکن اکثر کے نزدیک عبادت انسان کی روحانی ترقی اور نجات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ تاہم اسلام کے برخلاف ہندومت میں عبادت کا مرکز ایک خدا کی بجائے متعدد دیوتاؤں یا ان کے مختلف مظاہر بھی ہو سکتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کا عقیدہ عبادت توحیدی تعلیمات سے بنیادی طور پر مختلف ہو جاتا ہے۔

پوجا (Puja)

ہندومت میں "پوجا" عبادت کی سب سے عام صورت ہے۔ پوجا گھروں، مندروں یا مخصوص عبادت گاہوں میں انجام دی جاتی ہے، جہاں دیوتاؤں کے مجسموں یا تصاویر کے سامنے پھول، خوشبو، چراغ، پانی، دودھ، پھل اور دیگر نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس دوران مخصوص مذہبی منتر پڑھے جاتے ہیں اور عبادت گزار دعا اور مناجات کرتے ہیں۔

ہندو مذہبی روایت کے مطابق:

"پوجا کے ذریعے انسان اپنے دل کو پاک کرتا اور خدا سے قرب حاصل کرتا ہے۔" ⁵¹

ہندو مذہب میں پوجا صرف ایک رسمی عمل نہیں بلکہ عقیدت، شکرگزاری اور روحانی وابستگی کا اظہار بھی سمجھی جاتی ہے۔ تاہم اسلام کے نقطہ نظر سے عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور کسی بھی مخلوق، مجسمے یا علامت کو عبادت کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید توحیدِ خالص پر زور دیتے ہوئے ہر قسم کے شرک اور غیر اللہ کی عبادت کی نفی کرتا ہے۔

یوگا، مراقبہ اور مذہبی ریاضت

ہندومت میں یوگا (Yoga)، دھیان (Meditation) اور مختلف قسم کی ریاضتیں بھی عبادت اور روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان کا مقصد ذہنی یکسوئی، نفسانی خواہشات پر قابو، روحانی سکون اور بالآخر موکش (نجات) حاصل کرنا ہے۔ بعض ہندو مکاتب فکر میں عبادت کا اصل مقصد ظاہری رسوم سے زیادہ باطنی معرفت اور روحانی ارتقاء قرار دیا جاتا ہے۔

یہ اعمال انسان کے اندر نظم، ضبط نفس اور یکسوئی پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں، لیکن اسلامی تصور عبادت کے مطابق روحانی تربیت ہمیشہ وحی الہی، توحید اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تابع ہوتی ہے، نہ کہ محض انسانی تجربات یا فلسفیانہ نظریات پر۔

(ب) بدھ مت میں عبادت کا تصور

بدھ مت کی بنیاد گوتم بدھ (Siddhartha Gautama) کی تعلیمات پر قائم ہے۔ یہ مذہب بنیادی طور پر انسانی دکھ (Suffering)، اس کے اسباب اور اس سے نجات کے طریقوں پر بحث کرتا ہے۔ بدھ مت میں خالق کائنات کی عبادت کا واضح تصور موجود نہیں، بلکہ انسان کی ذاتی اصلاح، ذہنی پاکیزگی، مراقبہ اور اخلاقی زندگی کو نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ بدھ مت کے مطابق انسان "آٹھ گنا راستہ" (Eightfold Path) اختیار کر کے خواہشات، نفرت اور جہالت سے نجات حاصل کر سکتا ہے، جس کا نتیجہ "نروان" (Nirvana) کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ بدھ مذہب ہی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے:

"انسان اپنی نجات خود اپنے اعمال کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔" ⁵²

یہ تصور بدھ مت کے عملی اور اخلاقی نظام کو ظاہر کرتا ہے، جہاں انسان اپنی روحانی ترقی کا خود ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ اس مذہب میں عبادت کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی بندگی کے بجائے خود احتسابی، مراقبہ، ذہنی سکون اور اخلاقی طہارت کے گرد گھومتا ہے۔

مراقبہ اور اخلاقی تربیت

بدھ مت میں مراقبہ (Meditation) سب سے اہم روحانی عمل ہے۔ اس کے ذریعے انسان ذہنی انتشار، غصہ، حسد، لالچ اور دیگر نفسانی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح رحم، محبت، عدم تشدد، سچائی اور قناعت کو اعلیٰ اخلاقی اقدار تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بدھ مت میں اخلاقی اصلاح، صبر اور ضبط نفس کی تعلیمات قابل توجہ ہیں، لیکن اسلامی نقطہ نظر سے عبادت کا حقیقی مفہوم صرف اخلاقی تربیت یا ذہنی سکون تک محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی بندگی، وحی کی پیروی اور آخرت کی جواب دہی پر قائم ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں عبادت ہمیشہ توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدے کے ساتھ وابستہ ہے، جبکہ بدھ مت میں یہ بنیادی اعتقادی عناصر موجود نہیں۔

(ج) ہندومت اور بدھ مت کی عبادت کا اجمالی جائزہ

ہندومت اور بدھ مت دونوں مذاہب میں عبادت یا روحانی اعمال کا مقصد انسان کی داخلی اصلاح، روحانی سکون اور اخلاقی بہتری ہے، لیکن ان کی نظریاتی بنیادیں اسلام سے مختلف ہیں۔ ہندومت میں عبادت مختلف دیوتاؤں، مذہبی رسوم اور فلسفیانہ مکاتب فکر کے گرد گھومتی ہے، جبکہ بدھ مت میں مراقبہ، اخلاقی زندگی اور نفسانی خواہشات سے نجات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی، اس کی رضا، وحی کی پیروی اور آخرت کی کامیابی سے وابستہ کرتا ہے۔ یہی توحیدی بنیاد اسلامی تصور عبادت کو دیگر تمام مذہبی نظاموں سے ممتاز کرتی ہے۔

3۔ دیگر ادیان کی عبادت کے مشترک اور منفرد پہلو

دنیا کے مختلف مذاہب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ان کے عقائد، مذہبی تصورات اور عبادت کی عملی صورتوں میں نمایاں اختلافات پائے جاتے ہیں، تاہم بعض بنیادی پہلو ایسے بھی ہیں جو مختلف مذاہب میں مشترک نظر آتے ہیں۔ تقریباً ہر مذہب انسان اور ایک اعلیٰ ہستی یا روحانی حقیقت کے درمیان تعلق قائم کرنے، اخلاقی زندگی کی اصلاح، روحانی سکون کے حصول اور مذہبی وابستگی کے اظہار کے لیے کسی نہ کسی نوعیت کی عبادت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اس کے باوجود عبادت کی بنیاد، اس کا مقصد، طریقہ اداائی اور اس کی اعتقادی حیثیت ہر مذہب میں مختلف ہے۔ یہی فرق تقابلی مطالعہ ادیان میں عبادت کے موضوع کو نہایت اہم بنا دیتا ہے۔

(الف) عبادات کے مشترک پہلو

مختلف مذاہب میں عبادت کی صورتیں مختلف ہونے کے باوجود بعض بنیادی اقدار مشترک دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً دعا، ذکر، روزہ یا نفس کشی، صدقہ و خیرات، مذہبی اجتماعات، روحانی پاکیزگی، اخلاقی اصلاح اور مذہبی تہوار تقریباً ہر مذہب میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں۔ یہ تمام اعمال اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک ایسی ہستی کا محتاج ہے جس سے وہ مدد، سکون اور رہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قرآن مجید اس فطری حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾⁵³

ترجمہ: "پس آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین کی طرف قائم رکھیں، یہی اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔"

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی فطرت پر پیدا کیا ہے جو اپنے خالق کی معرفت، اس کی بندگی اور اس کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ یہی فطری میلان مختلف اقوام اور مذاہب میں مختلف انداز سے عبادت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اگرچہ بعد میں انسانی افکار، تہذیبی اثرات اور مذہبی تبدیلیوں نے ان عبادت کی شکلوں کو متاثر کیا، لیکن عبادت کی اصل ضرورت انسانی فطرت کا لازمی تقاضا ہی ہے۔ اس اعتبار سے مختلف مذاہب میں عبادت کی موجودگی اس فطری حقیقت کی تائید کرتی ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے اپنے رب کا محتاج ہے۔

اسی طرح تقریباً تمام مذاہب میں اخلاقی زندگی کو عبادت کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ سچائی، امانت، رحم، انصاف، خدمتِ خلق اور خیر خواہی جیسی اقدار ہر مذہبی روایت میں کسی نہ کسی درجے میں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا مقصد صرف مخصوص مذہبی رسومات ادا کرنا نہیں بلکہ انسان کی شخصیت اور معاشرے کی اصلاح بھی ہے۔

(ب) عبادات کے منفرد پہلو

اگرچہ مختلف مذاہب میں عبادت کی بعض ظاہری صورتیں مشترک نظر آتی ہیں، لیکن ان کی نظریاتی بنیادیں اور مقاصد بنیادی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سب سے نمایاں فرق تصورِ معبود (Concept of God) میں ہے۔ اسلام میں عبادت صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جبکہ ہندومت میں متعدد دیوتاؤں کی عبادت، بعض فلسفیانہ مکاتب میں وحدت الوجود کے تصورات اور بدھ مت میں غیر الہی روحانی نظام پایا جاتا ہے۔ اسی طرح موجودہ مسیحیت میں تثلیث کے عقیدے نے عبادت کے تصور کو اصل توحیدی تعلیم سے مختلف کر دیا، جبکہ یہودیت میں بھی بعض تاریخی اور فقہی تبدیلیوں نے عبادت کی عملی صورتوں کو متاثر کیا۔

قرآن مجید توحید کی بنیاد پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ﴾⁵⁴

ترجمہ: "کہہ دیجیے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔"

یہ آیت اسلامی تصورِ عبادت کی جامعیت کو بیان کرتی ہے۔ اسلام میں عبادت صرف نماز، روزہ، حج یا زکوٰۃ تک محدود نہیں بلکہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گزارنے کا نام ہے۔ انسان کے تمام اعمال، معاملات، معاشرت، معیشت، اخلاق اور انفرادی و اجتماعی زندگی اسی وقت عبادت بنتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی شریعت کے مطابق انجام دی جائے۔ یہی ہمہ گیر تصور اسلام کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔

اسی طرح اسلام میں عبادت وحی الہی کی رہنمائی کے تابع ہے، جبکہ بعض دیگر مذاہب میں انسانی فلسفہ، مذہبی روایات یا روحانی تجربات کو بھی عبادت کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے اسلام میں عبادت کی ہر صورت قرآن و سنت سے ثابت ہونا ضروری ہے، جبکہ دیگر مذاہب میں مختلف ادوار کے مذہبی رہنماؤں اور فقہی روایات نے بھی عبادت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

(ج) تقابلی جائزہ

تقابلی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ تمام مذاہب کسی نہ کسی درجے میں انسان کی روحانی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں اور عبادت کو مذہبی زندگی کا لازمی حصہ قرار دیتے ہیں، لیکن اسلام عبادت کو ایک منفرد اور جامع تصور عطا کرتا ہے۔ اسلام میں عبادت کی بنیاد خالص توحید، وحی الہی، اخلاص، تقویٰ اور آخرت کی جواب دہی پر قائم ہے، جبکہ دیگر مذاہب میں عبادت کی بنیادیں مختلف اعتقادی اور فلسفیانہ نظریات سے وابستہ ہیں۔

اسلام کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عبادت کو زندگی کے ہر شعبے سے مربوط کر دیا ہے۔ چنانچہ اگر ایک مسلمان اپنی معاشی، سماجی، خاندانی، تعلیمی اور سیاسی ذمہ داریاں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور شریعت کے مطابق انجام دے تو وہ بھی عبادت شمار ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس بیشتر مذاہب میں عبادت مخصوص مذہبی رسومات یا عبادت گاہوں تک محدود رہتی ہے۔

اس تقابلی جائزے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اگرچہ مختلف مذاہب میں عبادت کے بعض ظاہری اور اخلاقی پہلو مشترک ہیں، لیکن اسلامی تصور عبادت اپنی توحیدی بنیاد، جامعیت، اعتدال اور ہمہ گیری کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہی جامع تصور انسان کی انفرادی اصلاح، اجتماعی فلاح اور اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا کے حصول کا ضامن ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مقالے میں قرآن مجید اور دیگر اہم ادیان کے تصور عبادت کا تقابلی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ابتدا میں قرآن مجید کے تصور عبادت، اس کے لغوی و اصطلاحی مفہوم، مقاصد اور بنیادی عبادت کو بیان کیا گیا، جس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اسلام میں عبادت محض چند مذہبی رسومات کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی، اطاعت، اخلاص، تقویٰ اور زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی معاملات کو اس کی رضا کے مطابق انجام دینے کا جامع نظام ہے۔ بعد ازاں یہودیت، مسیحیت، ہندومت اور بدھ مت میں عبادت کے تصورات اور ان کی عملی صورتوں کا مطالعہ کیا گیا، جس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مختلف مذاہب میں دعا، روزہ، خیرات، مذہبی اجتماعات، روحانی تزکیہ اور اخلاقی اصلاح جیسے متعدد پہلو مشترک پائے جاتے ہیں، تاہم ان کی اعتقادی بنیادیں، تصور معبود، عبادت کے مقاصد اور طریقہ ادائیگی ایک دوسرے سے نمایاں طور پر مختلف ہیں۔ تقابلی تجزیے سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اسلامی تصور عبادت اپنی توحیدی اساس، وحی الہی کی رہنمائی، جامعیت، اعتدال اور ہمہ گیری کے اعتبار سے دیگر مذہبی تصورات سے ممتاز ہے۔ اسلام انسان کی پوری زندگی کو عبادت قرار دیتا ہے، بشرطیکہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا اور شریعت اسلامیہ کے مطابق انجام دیے جائیں۔ یہی خصوصیت اسلامی نظام عبادت کو ایک ہمہ گیر، متوازن اور آفاقی نظام بناتی ہے، جو فرد کی روحانی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرتی استحکام، اخلاقی ارتقاء اور آخرت کی کامیابی کی بھی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

حواشی

1. القرآن الکریم، سورۃ الذاریات، 51:56.

2. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، مادہ: "عبد".

3. الرغب الاصفهانی، الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، (دمشق: دار القلم، 1412ھ)، مادہ: "عبد".

4. القرآن الکریم، سورۃ الفاتحہ، 1:5.

5. الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000م)، 1:170.

6. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، (الریاض: دار طیبۃ، 1999م)، 1:132.

7. القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2:21.

8. القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2:183.

9. الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، لمونہات، (القاهرۃ: دار ابن عفاں، 1997م)، 2:8.

10. القرآن الکریم، سورۃ طہ، 20:14.

11. البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم، حدیث: 8.

12. القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2:43.

13. مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، حديث: 82.
14. القرآن الكريم، سورة التوبة، 9:103.
15. البخاري، صحيح البخاري، كتاب الزكاة، حديث: 1395.
16. القرآن الكريم، سورة البقرة، 2:183.
17. مسلم، صحيح مسلم، كتاب الصيام، حديث: 1151.
18. القرآن الكريم، سورة آل عمران، 3:97.
19. البخاري، صحيح البخاري، كتاب الحج، حديث: 8.
20. القرآن الكريم، سورة الحج، 22:27.
21. القرآن الكريم، سورة النحل، 16:36.
22. القرآن الكريم، سورة الأنبياء، 21:25.
23. *The Holy Bible*, Deuteronomy 6:5.
24. *The Holy Bible*, Exodus 20:3.
25. *The Holy Bible*, Psalms 55:17.
26. *The Holy Bible*, Exodus 20:8.
27. القرآن الكريم، سورة البقرة، 2:65.
28. *The Holy Bible*, Leviticus 1:2.
29. *The Holy Bible*, 1 Samuel 15:22.
30. القرآن الكريم، سورة آل عمران، 3:51.
31. *The Holy Bible*, Matthew 22:37.
32. *The Holy Bible*, Matthew 6:9.
33. *The Holy Bible*, Luke 22:19.
34. *The Holy Bible*, Matthew 28:19.
35. *The Holy Bible*, Matthew 22:39.
36. القرآن الكريم، سورة المائدة، 5:72.
37. القرآن الكريم، سورة النحل، 16:36.
38. *The Holy Bible*, Deuteronomy 6:5.
39. *The Holy Bible*, Psalms 55:17.
40. *The Holy Bible*, Exodus 20:8.
41. القرآن الكريم، سورة البقرة، 2:65.
42. *The Holy Bible*, Leviticus 1:2.
43. *The Holy Bible*, 1 Samuel 15:22.
44. القرآن الكريم، سورة آل عمران، 3:51.
45. *The Holy Bible*, Matthew 22:37.
46. *The Holy Bible*, Matthew 6:9.
47. *The Holy Bible*, Luke 22:19.
48. *The Holy Bible*, Matthew 28:19.
49. *The Holy Bible*, Matthew 22:39.
50. *Bhagavad Gita*, 9:26.
51. Gavin Flood, *An Introduction to Hinduism* (Cambridge: Cambridge University Press, 1996), 132–136.
52. *Dhammapada*, verses 160, 183.
53. القرآن الكريم، سورة الروم، 30:30.
54. القرآن الكريم، سورة الأنعام، 6:162–163.